© rasailojaraid.com

ششماہی علوم القرآن علی گڑھ، ۱۶؍۱، ۲ جنوری۔ دسمبر ۲۰۰۱ء

شاہ ولی اللہ اور سر سیّد
کے
تفسیری خیالات کا موازنہ

محمد مسعود عالم قاسمی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ولادت ۱۱۱۴ھ / ۱۷۰۳ء وفات ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء) اپنے عہد کے نامور عالم دین، مجتہد اور عبقری انسان تھے۔ انھوں نے اپنی تصانیف، اصلاحی تحریک اور فکری کاوشوں سے اپنے عہد سے زیادہ بعد کے علماء، دانشوروں اور اسلامی اداروں اور تحریکوں کو متاثر کیا۔ ان کا اثر قبول کرنے والوں میں سر سید احمد خان (ولادت ۱۸۱۷ء وفات ۱۸۹۸ء) بانی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھی شامل ہیں۔ سر سید کے ذہن پر شاہ ولی اللہ کی شخصیت، تصانیف بلکہ ان کے خانوادہ کا گہرا اثر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سر سید، سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کی ولی اللہی تحریک اصلاح بدعات کے زبردست حامی تھے۔ اور اس موضوع پر انھوں نے "رسالہ سنت در رد بدعت" بھی رقم کیا تھا۔ مولوی عبدالحلیم شرر نے لکھا ہے کہ:۔

"سر سید اس مذہبی ریفارم سے متاثر تھے جس کی بنیاد شاہ ولی اللہ سے شروع ہو کر مولوی شاہ اسمٰعیل صاحب کے زبردست ہاتھوں سے تکمیل کو پہنچی تھی"۔[1]

سر سید کی ذہنی تشکیل اور شاہ ولی اللہ:

سر سید نے شاہ ولی اللہ کی تصانیف کا گہرائی سے مطالعہ کیا تھا۔ ان کی تعلیم بھی خانوادہ ولی اللہ کی مرہون منت تھی۔ اسی لئے اپنی تصانیف میں سر سید نے شاہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ولی اللہ کا نہایت عزت و احترام سے نام لیا ہے اور ان کو حجۃ الاسلام اور حجۃ اللہ علی الانام کے لقب سے یاد کیا ہے اور ان کے صاحبزادے مولانا شاہ عبدالعزیز کو مہدی وقت کا خطاب دیا ہے۔ اس اثر پذیری کا ثبوت سر سید کی مذہبی تصانیف اور مقالات ہیں جن میں انھوں نے شاہ ولی اللہ کے افکار و خیالات سے استفادہ کیا ہے، ان کے اقتباسات نقل کئے ہیں اور ان کی فکری بنیادوں پر اپنی علمی عمارت بلند کی ہے۔ چنانچہ حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ صاحب نے علوم دین کے جو طبقات بیان کیے ہیں ان پر سر سید نے بہت ہی عقیدت اور اہمیت کے ساتھ ایک تفصیلی مضمون تہذیب الاخلاق محرم ۱۲۸۸ھ کے شمارہ میں لکھا تھا۔ اسی طرح شاہ صاحب نے اپنی کتاب میں ارتفاقات یعنی انسانی سماج کے نظریہ تعمیر و ترقی پر جو گفتگو کی ہے اسے سر سید نے اپنی تفسیر القرآن میں انسانی جبلتوں اور پیغمبرانہ واقعات کی فلسفیانہ حقیقت بیان کرنے میں کلیدی حیثیت سے شامل کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ پر سر سید کی تنقید:

غرضیکہ سر سید کے ذہن و فکر کی تشکیل اور علمی سفر میں حضرت شاہ ولی اللہ کا اثر نمایاں طور پر محسوس ہوتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ سر سید شاہ صاحب کے نرے مقلد ہیں اور ان کی تمام باتوں سے اتفاق اور ان کا مکمل اتباع کرتے ہیں بلکہ سر سید نے فکر و عمل کی اپنی ایک راہ بنائی ہے جو شاہ ولی اللہ سے الگ ان کی شناخت کا ذریعہ ہے اور اس پر علماء اسلام نے شدید تنقید بھی کی ہے۔

سر سید احمد خاں نے جس طرح احادیث، واقعات انبیا اور علما کی تفسیروں کو تنقیدی نگاہ سے دیکھا ہے اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ کے افکار و خیالات پر بھی ناقدانہ نظر ڈالی ہے۔ خاص طور پر قرآن کریم کی تفسیر میں جہاں سر سید نے حضرت شاہ صاحب سے استفادہ کیا ہے وہیں ان کے بیانات سے اختلاف بھی کیا ہے۔ مثلاً شاہ ولی اللہ نے انبیا کے واقعات کی توجیہ کرتے ہوئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کو تمثیل برزخی سے تعبیر کیا ہے۔ مگر تمثیل برزخی کیا ہے؟ اس پر تنقید کرتے ہوئے۔ سرسید نے لکھا ہے کہ:

"شاہ ولی اللہ صاحب نے تو تمثیل سے تمثیل برزخی مراد لی ہے۔ یعنی بین المثال والشہادۃ جس کے معنی وہی سمجھتے ہوں گے۔ مگر ہماری سمجھ میں تو نہیں آتے، غالباً کوئی اور بھی نہیں سمجھتا ہوگا۔" ۲

کائنات کی تخلیق کے مراحل:

شاہ ولی اللہ نے تخلیق کائنات کے مراحل پر اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے رموز پر تفصیلی بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معدنیات پر نظر ڈالی اور کہا کہ تیرے ذریعہ میں نے اپنا رب ہونا ظاہر کیا۔ پھر معدنیات پر اللہ نے اپنا فیض ڈالا تو غذائی قوت پیدا ہوئی، پھر اللہ نے نباتات پر نظر ڈالی اور کہا میں نے سب کچھ تیرے لیے پیدا کیا۔ جب نباتات کی صورت ظاہر ہوئی اور اس نے عاجزی کی تو فیض ربانی نے ادراک حس اور ارادہ پیدا کر دیا۔ اس کے بعد اللہ نے حیوانات پر نظر ڈالی اور اسے پیدا کیا۔ پھر اللہ نے انسان کی طرف توجہ کی اور اسے پیدا کر کے کہا تو عالم صغیر ہے اور بار امانت کو اٹھانے کے لائق ہے یعنی انا عرضنا الا مانۃ علی السموات والارض الخ کی تفسیر ہے۔

سرسید نے شاہ صاحب کے اس ارتقائی نظریہ پر سخت تنقید کی ہے اور العجب ثم العجب کے عنوان سے ایک مقالہ اس کی تنقید میں لکھا ہے۔ سرسید کا بنیادی سوال اس سلسلہ میں یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ نے ان چاروں ادوار کا وجود کہاں سے اخذ کیا؟ جبکہ قرآن کی آیات میں اور احادیث صحیحہ میں ان ادوار کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ ۳

قرآن کے الفاظ نازل ہوئے یا معانی:

سرسید نے اس مسئلہ میں شاہ ولی اللہ کے موقف سے اتفاق نہیں کیا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے قرآنی الفاظ کو لغت عرب اور معانی کو غیب سے نازل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شدہ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"منجملہ ان کے (تدلیات کے) قرآن عظیم ہے اور یہ اس لئے کہ قرآن مجید کے الفاظ عربی زبان کے ہیں جن کو رسول خدا ﷺ جانتے اور خیال کر سکتے تھے اور معانی کا فیضان آپ ﷺ کی تعلیم کے لئے غیب سے ہوا ہے جو تدلی الی الخلق ہے، تو اب اس کے کلام الٰہی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ارادہ الٰہی جو نوع انسانی کی بہتری کا خواہاں تھا، اس نے آنحضرت ﷺ کے خیال میں مدد دی، اور اس نے ان الفاظ قرآنی کو جمع کیا اور ترتیب دیا اور پھر اس نظم میں مدد دی اور اس کو ایک ایسا لباس پہنا دیا جو جبروت سے مشابہت رکھتا تھا اور اس لیے وہ تدلی الٰہی ہوا اور اس کا نام کلام اللہ رکھا گیا۔[۴]

سرسید شاہ ولی اللہ کے اس بیان پر سخت تعجب کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"یہ کہا جائے کہ یہ تدلیات کا بیان ہے اور حضرت مصنفؒ (شاہ صاحب) نے قرآن مجید کو بحیثیت معانی کے القا ہونے کو تدلیات کے تحت داخل کیا ہے۔ مگر یہ قول شاہ صاحب کا عقل اور نفس الامر دونوں کے مخالف ہے۔ خود قرآن مجید میں ہے کہ وانه تنزیل رب العالمین نزل به الروح الامین علی قلبك لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین (الشعراء: ۲) قرآن ہے اتارا ہوا پروردگار عالم کا لے کر اترا ہے اس کو فرشتہ معتبر تیرے دل پر کہ تو ہو ڈر سنا دینے والا کھلی عربی زبان میں

دوسری جگہ فرمایا ہے:

"انا انزلناه قرآنا عربیا لعلکم تعقلون (یوسف: ۳)

اس سے ظاہر ہے کہ نزول قرآن قلب آنحضرت ﷺ پر عربی زبان میں ہوا تھا نہ یہ کہ صرف معنی القا ہوئے تھے اور الفاظ جن سے وہ معنی تعبیر کیے گئے ہیں آنحضرت ﷺ کے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نفس الامر اس کے برخلاف ہے کہ خود تم اپنے نفس پر غور کرو کہ کوئی مضمون دل میں مجرد عن الالفاظ آ ہی نہیں سکتا اور نہ القا ہو سکتا ہے۔ تخیل یا تصور کسی مضمون کا مستلزم ان الفاظ کے تخیل یا تصور کا ہے جن کا وہ مضمون مدلول ہے۔ مضمون کا الفاظ سے مجرد ہونا محالات عقلی میں سے ہے اور اس لئے قرآن مجید بلفظہٖ آن حضرت ﷺ کے قلب پر القا ہوا تھا اور وہی الفاظ اور اسی نظم سے جس طرح القا ہوئے تھے آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو پڑھ کر سنایا۔[۵]

نیچر یعنی قانون فطرت اور قرآن کریم

سر سید کی فکر کا بنیادی نقطہ نیچر یعنی قانون فطرت کا استحکام ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ فطرت اور طبیعت تبدیل نہیں ہوتی اور ہر طبعی چیز اپنی خاصیت سے الگ نہیں ہو سکتی، اس لیے وہ کائنات کے طبعی اصولوں کو ورک آف گاڈ یعنی خدا کا کام اور قرآن کو ورڈ آف گاڈ یعنی خدا کا کلام تسلیم کر کے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ خدا کے کام اور کلام میں تضاد نہیں ہو سکتا۔ بقول سر سید جیسا اس کا قانون قدرت مستحکم اور مضبوط ہے ویسا ہی اس کا کلام بھی مضبوط ہے۔[۶]

اس قاعدہ سے وہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ مثلاً آگ کی خاصیت جلانا ہے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی چیز آگ میں ڈالی جائے اور آگ اسے جلائے نہیں وغیرہ۔

سر سید کا نیچر یعنی فطرت و طبیعت کے سلسلہ میں یہ معروف نظریہ ہے جس پر انہوں نے دین و شریعت کے اصولوں کو پرکھنے کی سعی کی ہے اور اسی وجہ سے ان کو نیچری بھی کہا گیا ہے مگر سر سید نے قوانین طبعی کے معاملہ میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کو اپنے نظریہ کی اساس بتایا ہے، وہ کہتے ہیں کہ :

"مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ اگرچہ خدا تعالیٰ کے تصرف فی القویٰ کے معتقد ہیں اور جسے وہ قبض و بسط، احالہ اور الہام سے تعبیر کرتے ہیں مگر مثل حکماء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ان کا بھی یہ اعتقاد ہے کہ تمام دنیا کا ایک عام اور ہر جنس کا علیحدہ اور ہر چیز کا جدا جدا نیچر ہے اور اسے وہ صورت نوعیہ اور خواص جزئیہ سے تعبیر کرتے ہیں اشعریوں کی طرح یہ لغو خیال نہیں رکھتے کہ کسی چیز کی کوئی طبیعت نہیں ہوتی اور نہ کسی شی میں کوئی خواص ہوتا ہے اور نہ اسے مانتے ہیں کہ گدھے سے آدمی اور درخت سے اونٹ بن سکتا ہے بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی یہ عادت جاری ہے کہ جن چیزوں میں جو خاصیتیں رکھی گئیں ہیں (یعنی جس چیز کا جو نیچر اس نے رکھا ہے) وہ ان چیزوں سے جدا نہیں ہوتیں اور اس امر کو بھی انہوں نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ خاصیتیں یعنی یہ نیچر جو ہر چیز میں ہے وہ اسی نیچر کے تابع ہے جو اس چیز کی نوع کا ہوتا ہے جیسا کہ فرماتے ہیں: وهذه كلها تابعة الصورة النوعية ملتوية معها انما تجيئى من حيث جائت الصورة النوعية: اور یہ بھی ان کا خیال ہے کہ چیزوں کے افعال اور خواص کچھ خارجی اور بیرونی قوت سے نہیں ہوتے بلکہ خدا نے ہر چیز میں ایک قوت رکھی ہے اور ہر چیز کا ایک نیچر ہے وہ اپنی نوع کے نیچر کے مطابق کام کرتا ہے۔''[۲]

سرسید نے شاہ صاحب سے استفادہ کرتے ہوئے حجۃ اللہ البالغہ سے ایک طویل اقتباس اس سلسلہ میں نقل کیا ہے مگر یاد رہے کہ شاہ ولی اللہ ان طبعی قوانین کے باوجود تصرف الٰہی کے قائل ہیں جو معجزات کی شکل میں رونما ہوتا ہے اور سرسید وہاں بھی قانون طبعی یعنی نیچر کو مضبوطی سے تھامے رہتے ہیں۔

نسخ فی القرآن:

قرآن کی آیات اور احکام میں کچھ حصہ منسوخ ہے یا نہیں اس سلسلہ میں معتزلہ کا خیال تو یہ ہے کہ قرآن کا کوئی حصہ یا آیت منسوخ نہیں۔ مگر علماء اہل سنت قرآن کی آیات کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ کتنی آیات منسوخ ہیں ؟ علماءِ متقدمین کے نزدیک منسوخ آیات کی تعداد پانچ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سو تک ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ازالہ وصف کو بھی نسخ کے معنی میں لیتے ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اس پر تفصیل سے بحث کی ہے اور محی الدین ابن عربی کے حوالہ سے منسوخ آیات کی تعداد صرف بیس بتائی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے سیوطی کی بیان کردہ منسوخ آیات میں کلام کیا ہے اور پانچ آیات کے علاوہ باقی پندرہ آیات کی توجیہ کر کے ان کو غیر منسوخ ثابت کیا ہے۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

''میں کہتا ہوں کہ ہماری تحریر کے موافق پانچ آیات میں نسخ ثابت ہو سکتا ہے۔'' ۸

مولانا عبید اللہ سندھی کا خیال ہے کہ شاہ صاحب نسخ فی القرآن کے قائل نہ تھے مگر مصلحت کے بنا پر وہ ایسا نہیں کہہ سکےکیونکہ یہ خیال معتزلہ کا ہے اور علماء اہل سنت اس پر غور کرنا چھوڑ دیتے ورنہ پندرہ آیتوں کی توجیح میں جو غور کرے گا وہ بقیہ پانچ آیتوں کو بھی غیر منسوخ پائے گا۔ ۹

سر سید احمد خان قرآن میں کسی آیت کے منسوخ ہونے کو تسلیم نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک آیت نسخ کا تعلق سابقہ کتابوں سے ہے نہ کہ قرآن کی آیات سے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

''اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر تمام آیتوں کو جن سے مفسرین اور فقہا نے قرآن مجید میں ناسخ و منسوخ ہونے کا دعویٰ پیش کیا ہے مجموعی طور پر سامنے رکھا جائے اور ان پر غور و تعمق کی نظر ڈالی جائے اور ان کے سیاق و سباق کو مد نظر رکھا جائے تو ان سے صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیتیں شرائع سابقہ کے بعض احکام کے تبدیل ہونے سے تعلق رکھتی ہیں نہ قرآن مجید کے باہم ناسخ و منسوخ ہونے سے'' ۱۰

سر سید نے اس سلسلہ میں مفسرین پر سخت حملے کیئے ہیں اور اس بحث کو لغو قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"ناسخ و منسوخ کی بحث لغو بحث ہے، اس پر بحث کرنے کی ضرورت صرف اس وجہ سے ہو گئی ہے کہ فقہاء اسلام نے نہایت غلط قیاس اور بے جا استدلال سے اور صرف اپنے دل کے پیدا کیے ہوئے خیال سے قرآن کی آیتوں کا اس طرح پر منسوخ ہونا قرار دیا ہے۔ خدا کی شان اور قرآن کے ادب کے بالکل برخلاف ہے"[۱۱]

مگر واقعہ یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ نسخ کے قائل ہیں اور ان کے نزدیک قرآن کی آیت کا یہی مطلب ہے۔ مزید بحث انہوں نے حجۃ اللہ البالغہ میں کی ہے۔"[۱۲]

معجزہ کے سلسلہ میں سر سیدؒ کا اصولی موقف:

قرآن میں وارد انبیا کے معجزات کے سلسلہ میں سر سید احمد خان کا اصولی موقف یہ ہے کہ قرآن مجید میں کوئی امر ایسا نہیں ہے جو قانون فطرت کے خلاف ہو یعنی ان کی نظر میں معجزات قانون فطرت کے خلاف ہیں اس لئے ان کا وجود نہیں، چنانچہ اس کی مزید وضاحت اس طرح کرتے ہیں کہ :

"معجزات کے سلسلہ میں یہ بات قرآن مجید سے ثابت ہو چکی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے کسی کے سامنے معجزات کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ آپ نے فرمایا کہ میں بشر ہوں تم جیسا، خدا کی طرف سے مجھ پر وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا پروردگار ایک ہے۔ نیز آں حضرت ﷺ نے دوسرے موقع پر فرمایا کہ میں صرف بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہوں۔[۱۳]

شاہ ولی اللہ کے قول سے حُجت:

سر سید احمد خاں نے اپنے اس موقف کی تائید میں شاہ ولی اللہ دہلوی کا قول بایں الفاظ نقل کیا ہے :

"اسی وجہ سے علامہ محقق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تفہیمات الٰہیہ میں لکھا ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں معجزات کا کچھ ذکر نہیں کیا اور نہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کی طرف اشارہ کیا۔ مگر شاہ صاحب کے اس قول سے یہ بات سمجھنی مشکل ہے کہ ان کی مراد اس نفی سے کیا ہے؟ آیا ان کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں کسی نبی کے کسی معجزہ کا ذکر نہیں ہے یا صرف آنحضرت ﷺ کے کسی معجزہ کا ذکر نہیں ہے۔ مگر ہم تنزلاً قبول کرتے ہیں کہ ان کا مطلب صرف آنحضرت ﷺ کے کسی معجزہ کا ذکر نہ ہونے سے ہے۔ مگر ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ ان معجزات کے بارے میں ان کا قول کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

"پس خداوند تعالیٰ ایک مرتبہ میں اور باعتبار ایک لحاظ کے صفات سے مجرد ہے اور دوسرے مرتبہ میں اور باعتبار دوسرے لحاظ کے وہ صفات کے ساتھ متصف ہے۔ اسی طرح نفس الامر کے مختلف مراتب ہیں۔ منجملہ ان کے اسباب کا مرتبہ ہے جس میں علت و معلول صرف اور سبب اور مسبب محض ہے اور ہمارے نزدیک یہ امر متفق ہے کہ اس نے اسباب کو کبھی ترک نہیں کیا اور ہرگز ایسا نہیں کرتا ہے ولن تجد لسنة الله تبديلا (اور تم اللہ کی سنت میں تبدیلی نہ پاؤ گے) معجزات اور کرامات بھی اسبابی امور ہیں جن پر سبوغ غالب ہو گیا ہے اس لئے وہ دوسرے اسبابیات سے الگ ہو گئے ہیں۔" [۱۴]

پس شاہ صاحب معجزات کو مسبب باسباب سمجھتے ہیں اور اس قول پر معجزات کا وقوع قانون فطرت کے مطابق ہوتا ہے ہم کو اس میں کچھ بحث نہیں ہے۔...... بحث اس میں ہے کہ معجزات کو مافوق الفطرت قرار دیا جائے جس کو انگریزی میں "سپر نیچرل" کہتے ہیں۔ اور اس سے انکار کرتے ہیں اور ان کا وقوع ایسا ہی ناممکن قرار دیتے ہیں جیسے کہ قولی وعدہ کا ایفانہ ہونا۔ اور علانیہ کہتے ہیں کہ کسی ایسے امر کے واقع ہونے کا ثبوت نہیں ہے جو مافوق الفطرت ہو اور جس کو تم معجزہ قرار دیتے ہو۔ اور اگر بفرض محال خدا کی قدرت کے حوالہ پر اس کو تسلیم بھی کر لیں تو وہ ایک بے فائدہ امر ہو گا جو نہ مثبت کسی امر کا ہے اور نہ مسکت للخصم" [۱۵]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاہ ولی اللہ کی یہ بات کہ معجزات اسباب سے الگ نہیں ہوتے اگرچہ علماء کے نزدیک مختلف فیہ رہی ہے تاہم اسے ایک حد تک تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ اسباب کبھی خفی ہوتے ہیں اور کبھی جلی اور ہر انسان پر ہر سبب کا ظاہر ہونا غیر ضروری ہے مگر خلاف فطرت اور خلاف عادت کے فرق کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ انبیاء کے معجزات قوانین فطرت کے خلاف نہیں ہوتے درست ہے مگر خارق عادت نہیں ہوتے اسے تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ سر سید نے خرق عادت اور خلاف قوانین فطرت کو ایک ہی خانہ میں رکھدیا ہے بقول علامہ سید سلیمان ندوی "معجزات اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون قدرت کے خلاف نہیں ہوتے البتہ روزمرہ کے مشاہدات کے خلاف ہوتے ہیں لیکن چونکہ خدا کے تمام قوانین کا ہم کو احاطہ نہیں اسلئے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ قانون قدرت کے خلاف ہوتے ہیں مگر واقعہ ایسا نہیں۔ یہی بات شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی فرمائی ہے۔"[۱۶]

سر سید نے شاہ ولی اللہ کے نقطہ نظر سے استفادہ کرتے ہوئے معجزات کے بارے میں اپنی رائے کو مزید پختہ اور مستحکم بنایا ہے۔ انہوں نے قرآن کی آیت وقالوا لولا انزل علیه آیة من ربه قل ان الله قادر علی ان ینزل آیة ولکن اکثرهم لایعلمون (الانعام: ۳۷) کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازی کا یہ نقطہ نظر بیان کیا ہے کہ جو لوگ مذکورہ آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے پاس کوئی معجزہ نہ تھا وہ ملحد ہیں۔ پھر امام رازی کے جواب کی تفصیل بیان کرنے کے بعد شاہ ولی اللہ صاحب کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ میں صاف بیان کیا ہے کہ قرآن میں کسی معجزہ کا ذکر نہیں ہے اور شق القمر کی نسبت لکھا ہے کہ وہ معجزہ نہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ شق القمر ہمارے نزدیک معجزات میں سے نہیں ہے۔ ہاں وہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ قریب ہوئی قیامت اور پھٹ گیا چاند، لیکن آنحضرت ﷺ نے اس کے ہونے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے پہلے اس کی خبر دی ہے اِس راہ سے معجزہ ہے۔ اس کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ، نے ان معجزات میں کچھ بھی اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا ہے اور نہ مطلق اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس میں نادر بھید یہ ہے کہ قرآن پرتو اسم ذات کا ہے پس جو چیز کہ اس کے ماتحت ہے اس کا ذکر اس میں نہیں ہو سکتا۔"

سرسید نے شاہ صاحب کی اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے کہا ہے تعجب ہے کہ اگر شاہ ولی اللہ کے نزدیک کسی نبی کے معجزہ کا ذکر قرآن مجید میں نہ ہوتا تو اس وقت ان کی یہ دلیل صحیح ہو سکتی تھی لیکن جب کہ شاہ ولی اللہ صاحب دیگر انبیا کے معجزات کا ذکر قرآن مجید میں تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ تفہیمات میں متعدد مقامات پر پایا جاتا ہے تو یہ بھید ٹوٹ جاتا ہے۔

شاہ صاحب نے اس کو تصوف کے سانچہ موہوم میں ڈھالنا چاہا ہے مگر اس زمانہ کے لوگوں کو ایسی تقریروں سے تشفی نہیں ہوتی اور جب تک اصل حقیقت صاف صاف نہ بتادی جائے دل کو طمانیت نہیں ہوتی"۔ ۷؎

سرسید نے اس تنقید کے بعد بزرگوں کی کرامات اور انبیا کے معجزات کو فطرت کے ایک بڑے لمبے سلسلے سے جوڑا ہے اور اس پر بڑی لمبی چوڑی تقریر کی ہے اور بطور نتیجہ لکھا ہے:

"اس تمام بحث سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ انسانوں میں بموجب فطرت انسانی کے کوئی نہ کوئی ان کا ہادی ہوتا ہے۔ اگر خدا نے اس کو فطرت کامل اور روحی اکمل عطا فرمائی ہے تو وہ سچا ہادی ہوتا ہے جس کی نسبت خدا نے فرمایا ہے" لکل قوم ہاد" پس جو قوم کسی شخص کو دین و شریعت کا ہادی سمجھتی ہے اس کی بزرگی وتقدس کا اعتقاد بھی اعلیٰ درجہ پر رکھتی ہے جس کا نتیجہ موافق فطرت انسانی کے یہ ہوتا ہے کہ انسانوں سے اس کو برتر درجہ دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ابن اللہ یا محیط ذات الہ۔ (یعنی اوتار) یقین کیا جاتا ہے اور کم سے کم یہ ہے کہ اس میں ایسے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اوصاف اور کرامتیں اور معجزے تسلیم کئے جاتے ہیں جن سے نوع انسان سے ان کو برتری حاصل ہو۔ معمولی واقعات اور حادثات جو قانون فطرت کے مطابق واقع ہوتے رہتے ہیں جب اس کی طرف منسوب ہوتے ہیں تو وہ اس کی کرامت اور معجزہ قرار پاتے ہیں"۔ ۱۸

"آنحضرتؐ کے پاس جو افضل الانبیاء والرسل ہیں معجزہ نہ ہونے کے بیان سے ضمناً یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انبیا سابقینؑ کے پاس بھی کوئی معجزہ نہ تھا اور جن واقعات کو لوگ معجزہ (متعارف معنوں میں) سمجھتے تھے وہ درحقیقت معجزات نہ تھے بلکہ وہ واقعات تھے جو مطابق قانون قدرت کے واقع ہوئے تھے"۔ ۱۹

انبیاء کرام کے معجزات کی تاویلیں:

سر سید نے قرآن میں وارد انبیاءِ کرام کے ان واقعات کی جو خرق عادت کے طور پر سمجھے گئے ہیں عقلی توجیہات کر کے ثابت کرنے کی سعی کی ہے کہ سلف مفسرین ان قصوں کو سمجھنے سے قاصر تھے۔

"قرآن مجید کے معانی بیان کرنے میں سب سے زیادہ دھوکہ انسان کو ان مقامات پر پڑتا ہے جہاں قرآن میں قصص انبیاء سابقین بیان ہوئے ہیں۔ انبیاء سابقین کے قصے عہد عتیق کی کتابوں میں بھی آئے ہیں۔ اور علمایہود نے بھی قصص انبیاء پر مستقل کتابوں میں لکھے ہیں جن میں بہت کچھ باتیں دور از عقل وخلاف قانون فطرت مندرج ہیں۔ وہ قصے مشہور تھے اور ہمارے علما بھی ان سے مانوس تھے اور ان کے عجائبات کو جو قانون فطرت کے برخلاف تھے معجزات قرار دیتے تھے۔ وہ قصے قرآن میں بیان ہوئے ہیں اور وہ بیان بہت کچھ اس کے مشابہ اور مماثل ہے جو ان قصوں کی نسبت بیان ہوا ہے۔ مگر قرآن مجید کے الفاظ ان قصوں میں اس طرح آئے ہیں کہ ان سے وہ باتیں جو دور از عقل اور خلاف قانون قدرت ان قصوں میں مشہور تھیں ان کا ثبوت نہیں ہوتا۔ ہمارے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علماء متقدمین نے اس بات کا خیال نہیں کیا بلکہ جہاں تک ان سے ہو سکا قرآن کے الفاظ کو ان قصوں پر بعینہ حمل کرنے پر کوشش کی"۔ ۲۰

سر سید نے خرق عادت کے انکار کے لئے جو جواز فراہم کیا ہے اس پر علامہ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب الکلام میں گرفت کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"قرآن مجید میں اس قسم کے جو واقعات منقول ہیں فرقہ جدیدہ ان کی عموماً تاویل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ قرآن مجید میں اس قسم کا ایک واقعہ بھی مذکور نہیں۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ قرآن مجید بلکہ تمام آسمانی کتابوں میں اس قسم کے واقعات مذکور ہونے سے انکار نہیں ہو سکتا۔ بے شبہ اشاعرہ کی افراط بچوں کی وہم پرستی کے درجہ تک پہونچ گئی ہے، لیکن انکار محض بھی کچھ کم ہٹ دھرمی نہیں ہمارے زمانہ کے لوگوں نے جو تاویلیں کی ہیں ہم اس سے بخوبی واقف ہیں، بے شبہ یہ تاویلیں نئے تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے کافی ہیں جو بے چارے عربی زبان اور اس کے طرز و اسلوب سے نا آشنا ہیں مگر ماہر عربیت کے سامنے یہ تلمیع (ملمع سازی) کیا کام دے سکتی ہے۔" ۲۱

مفسرین کی غلط فہمی کے اسباب سر سید کی نظر میں:

سر سید نے انبیاء کے معجزات کا تاریخی پس منظر بیان کرتے ہوئے متقدمین علماء مفسرین کی کم فہمی اور قرآنی قصص کی اصلیت و معنویت سے ناواقفیت ظاہر کی ہے اور اس کے حسب ذیل اسباب بیان کئے ہیں۔

۱۔ ان قصوں کی مشہور کیفیت ان کے دل میں بسی ہوئی تھی اس لئے قرآن مجید کے ان الفاظ پر انہوں نے توجہ نہیں کی۔

۲۔ ان کے پاس ہر ایک عجیب چیز کو گو کہ وہ کیسی ہی قانون فطرت کے برخلاف کیوں نہ ہو خدا کی قدرت عام کے تحت میں داخل کر دینے کا نہایت سہل طریقہ تھا اور اس سبب سے ان الفاظ کی حقیقت پر غور کرنے کو توجہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مائل نہیں ہوتی تھی۔

۳۔ ان کے زمانہ میں نیچرل سائنس نے ترقی نہیں کی تھی اور کوئی چیز ان کو قانون فطرت کی طرف رجوع کرنے والی اور ان کی غلطیوں سے متنبہ کرنے والی نہ تھی۔ مثلاً ان کے زمانہ میں یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوا تھا کہ طوفان نوح کا تمام دنیا میں عام ہونا اور پانی کا اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں سے بلند ہو جانا محالات سے ہے اور خلاف واقعہ ہے۔ اس لیے ان کے خیال میں یہ بات نہ آئی قرآن مجید میں جو الارض کا لفظ ہے اس میں الف لام استغراق کا نہیں بلکہ عہد کا ہے۔"[۲۲]

سر سید کے استدلال پر اعتراض:

سر سید نے علماء مفسرین کی کم فہمی کے جو تینوں اسباب گنائے ہیں ان پر متعدد اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

اوّل۔ یہ کہ تفسیر بالماثور کی نمائندہ تفسیروں میں اسرائیلی روایات پر جس طرح نقد و جرح کی جاتی ہے اور ان کو قرآن سنت کی میزان پر تولا جاتا ہے اس کی مثال حافظ ابن کثیر کی تفسیر القرآن، علامہ بغوی کی معالم التنزیل اور علامہ محمود آلوسی کی روح المعانی موجود ہے۔ ان جیسی تفاسیر جو اسرائیلی روایات کو تحقیق و تنقید کی خراد پر چڑھا کر دیکھتی اور قرآنی الفاظ کی ان کے صحیح تناظر میں تفسیر کرتی ہیں، کی موجودگی میں سر سید کی بیان کردہ پہلی وجہ ناانصافی اور خلاف واقعہ ہے۔

دوم۔ یہ کہ قرآن کی تفسیر کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ قرآن کی تفسیر کے لیے پہلے قرآنی آیات کا سہارا لیا جائے گا۔ اس اصول پر متقدمین علماء نے عمل کیا ہے اس کے باوجود یہ کہنا کس حد تک درست ہے کہ مفسرین نے ہر واقعہ کو خدا کی قدرت پر محمول کر دیا اور قرآن کے الفاظ پر غور نہیں کیا؟۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سوم۔ یہ کہ کیا قرآن کی تفسیر نیچرل سائنس کی ترقی پر منحصر ہے؟ اگر سر سید کی بات درست مان لی جائے تو آج کے زمانہ میں نیچرل سائنس نے جو ترقی کی ہے وہ سر سید کے زمانہ میں بلاشبہ نہ تھی۔ سر سید نے جو تفسیر ان قصص کی بیان کی ہے کیا وہ خود ان کے بیان کردہ اصول کے مطابق قابل رد نہیں ہے؟۔ سر سید نے آگے چل کر معجزات انبیا کے سلسلہ میں کچھ مزید دعوے کیے ہیں مثلاً۔

۱۔ حضرت ابراہیمؑ کا نار نمرود میں ڈالا جانا ثابت نہیں ہے۔

۲۔ حضرت مسیحؑ کی ولادت کے بارے میں کوئی نص صریح قرآن مجید میں موجود نہیں ہے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔

۳۔ حضرت یونس علیہ السلام کے قصہ میں اس بات پر قرآن مجید میں کوئی نص صریح نہیں ہے کہ درحقیقت مچھلی ان کو نگل گئی تھی۔ ابتلع کا لفظ قرآن میں نہیں ہے التقم کا لفظ ہے جس سے صرف منہ میں پکڑ لینا مراد ہے۔

سر سید کے دلائل کی کمزوری :

سر سید کے مذکورہ تینوں دعوے محتاج ثبوت ہیں۔ اور اسی وجہ سے علما نے ان کو نص قرآنی کے منکرین کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ سر سید کا یہ دعویٰ کہ ابراہیمؑ کو آگ میں نہیں ڈالا گیا۔ اس کے خلاف قرآن کی یہ آیت صریح ہے۔ قالوا ابنوا لہ بنیانا فالقوہ فی الجحیم (سورہ الصّٰفّٰت: ۹۷) نمرود اور اس کی قوم نے کہا ابراہیم کے لیے ایک عمارت بناؤ پھر ان کو آگ کے ڈھیر میں ڈال دو"

قالوا حرقوہ وانصروا الھتکم ان کنتم فاعلین۔ قلنا یانار کونی برداو سلاماً علی ابراھیم (سورۃ الانبیاء: ۶۹-۶۸)

ان لوگوں نے کہا ابراہیم کو جلا ڈالو اور اپنے معبودوں کو بچالو اگر کچھ کرنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چاہتے ہو ہم نے کہا کہ اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور آرام دہ ہو جا۔

اگر حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں نہ ڈالا گیا ہوتا تو آخری آیت کی ضرورت نہیں تھی یعنی آگ کو اللہ نے جو حکم دیا وہ عبث عمل تھا نعوذ باللہ۔

سر سید کا دوسرا دعویٰ کہ حضرت عیسیٰؑ کے بغیر باپ کے پیدا ہونے پر قرآن میں کوئی نص موجود نہیں ہے یہ بھی حقیقت واقعہ کا انکار ہے۔ قرآن میں صراحتاً موجود ہے۔

"جب فرشتوں نے مریم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلمہ کی تم کو بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا، دنیا اور آخرت میں مرتبہ والا اور اللہ کے مقربین میں سے، وہ باتیں کرے گا لوگوں سے ماں کی گود میں اور جب کہ پوری عمر کا ہوگا اور صالحین میں سے ہوگا۔ مریم بولی، اے رب کیسے ہوگا میرے لڑکا جب کہ مجھ کو کسی انسان نے ہاتھ نہیں لگایا۔ فرمایا اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔(آل عمران ۴۷۔۴۵)

سر سید کے نقطہ نظر کی تردید کے لئے قرآن کی ان آیات میں حسبِ ذیل صراحت موجود ہے۔

(۱) حضرت مریم کنواری تھیں اور جنسی تجربہ نہیں کیا تھا

(۲) حضرت جبرئیل نے جب ان کو بیٹا کی بشارت دی تو اللہ کا کلمہ کہا۔

(۳) حضرت مسیح کو عیسیٰ بن مریم کہا۔

(۴) اللہ تعالیٰ اسے اس طرح پیدا کرے گا جیسے کن فیکون یعنی ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے اگر باپ ہوتے تو قرآن عیسیٰ بن مریم نہ کہہ کر عیسیٰ بن فلاں کہتا جیسا کہ دوسرے انبیا کے سلسلہ میں قرآن میں موجود ہے اسی لئے قرآن نے ان کے بارے میں مزید وضاحت کی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون (آل عمران:۵۹) بے شک اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی مثال جیسی ہے اسے اللہ نے مٹی سے بنایا پھر اس کو کہا ہو جا تو وہ ہو گئی۔

سر سید کے دعویٰ کے بر خلاف اس بات کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ کسی انسانی باپ سے پیدا ہوئے تھے؟ سر سید پر یہاں وہی اعتراض ہوتا ہے جو انہوں نے مفسرین علماء پر کیا ہے دراصل سر سید کے ذہن میں اہل کتاب کے خیال کی گونج تھی کہ حضرت عیسیٰ یوسف نامی کسی شخص کے صلب سے پیدا ہوئے تھے۔

سر سید کا تیسرا دعویٰ کہ یونس علیہ السلام کو مچھلی نگل گئی تھی اس پر نص قرآنی موجود نہیں ہے یہ بھی حقیقت کا انکار ہے۔ قرآن کی یہ آیت ناطق ہے۔

فالتقمہ الحوت وھو ملیم فلولا انہ کان من المسبحین، للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون (الصافات:۱۱۴) اس کو مچھلی نے لقمہ بنالیا اور وہ الزام کھایا ہوا تھا، پس اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو وہ رہتا مچھلی کے پیٹ میں جس دن تک کہ مردے زندہ ہوں۔"

عربی جاننے والا اس بات سے آگاہ ہے کہ "التقمہ" کا مطلب لقمہ بنانا اور "لبث فی بطنہ" کا مطلب پیٹ میں ٹھہرنا ہے۔ سر سید کہتے ہیں کہ یہاں ابتلع کا لفظ نہیں آیا بلکہ التقم کا آیا ہے اور بغیر تاکید کے اس کا مطلب یہ ہے کہ مچھلی نے نگلا ہی نہیں۔ یہ تاویل دور از کار ہے ایک مفہوم کو ادا کرنے کے لئے متعدد الفاظ آتے ہیں اور موقع کی مناسبت سے التقم کا لفظ جو خوبصورتی پیدا کرتا ہے وہ صاحب ذوق سے مخفی نہیں۔ اگر مچھلی نے حضرت یونسؑ کو نگلا نہیں تو وہ اس کے پیٹ میں کس طرح ٹھہرے؟

سر سید کی مجبوری یہ ہے کہ ان کا مشاہدہ ہے کہ مچھلیاں انسان سے چھوٹی ہوتی ہیں پھر وہ بھلا انسان کو کیسے نگل سکتی ہیں مگر ویل مچھلی کی جسامت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس کا آج انسان مشاہدہ کر سکتا ہے اتنی ہے کہ وہ ایک کیا متعدد انسان کو بیک وقت نگل سکتی ہے چنانچہ بعض صحابہ نے سمندر کے کنارے ایسی مچھلی دیکھی تھی جس کے کانٹے اونٹ کے کوہان کے برابر تھے۔اصل میں سر سید نے اپنی عقل سے اللہ کی لامحدود فطرت کا احاطہ کرنے کی جو کوشش کی ہے اس کی وجہ سے ان کو معجزات انبیاء کی ماہیت سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔وہ قانون فطرت کو بس اتنا ہی سمجھتے اور مانتے ہیں جتنا ان کے مشاہدہ میں آتا ہے۔

اسرائیلی روایات اور مفسرین:

سر سید نے ان تمام معجزات پر گفتگو کرتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ مفسرین کرام نے یہ ساری تفسیرین الفاظ قرآنی سے صرف نظر کر کے اسرائیلی روایات سے متاثر ہو کر کی ہیں۔سر سید نے بطور نتیجہ لکھا ہے کہ:

”ہم کو ضرورت ہے کہ صرف الفاظ قرآن مجید کے پابند رہیں نہ کہ ان قصوں کے جو یہود و نصاریٰ میں مذکور و مشہور ہیں“ ۲۳

سر سید نے اپنے اس قول کی تائید میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا حسب ذیل اقتباس نقل کیا ہے:

”بنی اسرائیل کی روایات کا بڑا حصہ ہمارے دین میں داخل ہو گیا ہے۔ اس کے باوجود کہ یہ قاعدہ نبوی مقرر ہے لاتصدقوا اھل الکتاب ولاتکذبوھم اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب۔اس سے دو چیزیں لازم ہیں ایک تو یہ کہ قرآن کے مفہوم کو حضرت نبی ﷺ کی بیان کردہ سنت میں سے حاصل کیا جائے اور اہل کتاب کی روایات کو نقل کرنے کا ارتکاب نہ کیا جائے۔دوسرے یہ کہ الضروری یتقدر بقدر الضرورۃ (ضروری چیز کو ضرورت کی مقدار تک ہی رہنے دیا جائے) کو نظر میں رکھتے ہوئے مفہوم کے تقاضے کے مطابق گفتگو کرنی چاہئے تاکہ قرآن کی شہادت کی تصدیق ہو جائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور زیادہ بات سے زبان کو روکنا چاہئے:"۲۴

سر سید کا یہ تاثر درست نہیں کیونکہ علماء مفسرین نے معجزات کی تشریح قرآن وسنت کی زبان اور تصریحات کے مطابق کی ہے۔ اسرائیلی روایات کا محقق علما نے خود ہی انکار کیا ہے۔ سر سید نے جن چیزوں سے اختلاف کیا ہے وہ قرآن ہی کے بیانات ہیں اسرائیلیات نہیں۔ لہذا شاہ ولی اللہ کا اقتباس کتنا ہی معقول کیوں نہ ہو بر محل نہیں کہا جائے گا۔

اب آیئے ذرا ہم یہ دیکھیں کہ انبیاء کرام کے مشہور معجزات کے سلسلے میں شاہ ولی اللہ کیا توجیہ اختیار کرتے ہیں اور سر سید کیا تاویلیں کرتے ہیں۔ اس تقابلی مطالعہ سے یہ معلوم ہو سکے گا کہ دونوں حضرات کا موقف توجیہ و تاویل کا ہے یا انکار و اعراض کا۔

نار نمرود کا ٹھنڈی ہونا:

حضرت ابراہیمؑ پر نار نمرود کے ٹھنڈی ہو جانے کے متعلق شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے:

"جب ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ ڈالا تو آگ میں ڈالے گئے چونکہ اللہ کے برگزیدہ بندے تھے اس لئے اللہ ان کو بچانا چاہتا تھا اور مخلوق میں رکھنا چاہتا تھا، تو اللہ نے آگ کے مادہ پر طبقہ زمہریر یہ سے اچانک ٹھنڈی ہیئت بھیج دی جس نے تیز ہوا کے ساتھ مل کر بہت اچھی برودت پیدا کر دی اور اس نے آگ کو بدل دیا۔"۲۵

گویا شاہ صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے تھے مگر سر سید اس بات کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ:

"حضرت ابرہیمؑ کے قصہ میں کوئی نص صریح اس بات پر موجود نہیں ہے کہ در حقیقت ان کو آگ میں ڈال دیا گیا تھا۔"۲۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سر سید نے اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

"سورہ عنکبوت کی آیت نمبر ۲۳ سے ثابت ہوتا ہے کہ احراق (جلانا) نار کا خاصہ ہے۔ ایک اور جگہ تمثیل میں فرمایا کہ: فاصابہا اعصار فیہ نار فاحترقت (البقرہ: ۲۶۸) پس ان دونوں آیتوں سے خدا نے ہم کو قانون فطرت یہ بتایا کہ آگ جلا دینے والی ہے۔ پس جب تک یہ قانون فطرت قائم ہے اس کے بر خلاف ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے کہ قولی وعدہ کے بر خلاف ہونا ناممکن ہے۔" ۲۷

دریائے نیل میں خشک راستہ نکل آنا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ دریائے نیل پر پہنچے تو قرآن کے بیان کے مطابق موسیٰؑ نے اپنی لاٹھی پانی پر ماری اور پانی پھٹ کر دو نیم ہو گیا اور بیچ میں خشک راستہ نکل آیا۔ اس کی توجیہ کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ :

جب موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ دریا کی طرف جاؤ تو فرعون نے مع لشکر کے تعاقب کیا۔ جب دریا پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ایک طاقتور ہوا کو مسلط کیا جس نے دریا کو دو نیم کر دیا اور بعض اس میں سے خشک کر دیا۔ اور ایسا تصرف کیا جیسے اجزائے زمین میں یہ ہوا اس وقت تصرف کرتی ہے جب وہ نچڑ جاتی ہے اس طرح بنی اسرائیل کو نجات دی اور فرعون اور اس کے لشکر کو ہلاک کر دیا۔" ۲۸

سر سید احمد خاں معجزہ عبور دریا کا انکار کرتے ہیں اور اسے اسرائیلیات قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اصل یہ ہے کہ :

"یہودی اس بات کے قائل تھے کہ حضرت موسیٰ کے لاٹھی مارنے سے سمندر پھٹ گیا تھا اور زمین نکل آئی تھی اور لاٹھی مارنے سے پتھر سے پانی بہہ نکلا تھا۔ علماء اسلام تفسیروں میں اور خصوصاً بنی اسرائیل کے قصوں میں یہودیوں کی پیروی کرنے کے عادی تھے اور قرآن مجید کے مطلب کو خواہ نخواہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کھینچ تان کر یہودیوں کی روایتوں کے موافق کرتے تھے اس لئے انہوں نے "فاضرب بعصاك" کے معنی زدن کے لئے اور سیدھے سادے معجزہ کو ایک معجزہ خلاف از قانون بنا دیا۔"۲۹

عیسیٰؑ کا مٹی سے پرندہ بنانا:

شاہ صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی تاویل کرتے ہوئے لکھا ہے:

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو معجزے ظاہر ہوئے ان میں یہ تھا کہ لوگ اپنے گھروں میں جو کھاتے اور جمع کرتے تھے ان سے وہ باخبر کر سکتے تھے اور مٹی سے پرندہ کی صورت بناتے اور اس میں پھونک مارتے تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ ہو جاتا۔ ان کی پھونک سے اس میں جان آ جاتی۔ یہ امر دو باتوں پر تھا حضرت عیسیٰ کی پھونک پر اور حیات پر۔ پھر وہ پرندہ مردہ ہو جاتا۔ حضرت عیسیٰ اللہ کے حکم سے مردہ کو زندہ کرتے۔" ۳۰

سر سید نے اس معجزہ کا صاف انکار کیا ہے اور اسے حضرت عیسیٰ کے بچپن کا کھیل قرار دیا ہے۔ جس طرح ہمارے عہد کے بچے مٹی کا گھروندا بناتے ہیں یا گڈا اور گڑیا کا کھیل کھیلتے ہیں۔ سر سید لکھتے ہیں۔

"یہ اس حالت کا ذکر ہے جب کہ حضرت عیسیٰ بچے تھے اور بچپنے کے زمانہ میں بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے۔ اس کی نسبت خدا نے آل عمران میں حضرت عیسیٰ کی زبان سے یوں فرمایا کہ: انی اخلق لکم من الطین کھیئة الطیرفانفخ فیکون طیراً باذ ن اللہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مٹی سے پرندوں کی مورتیں بناتا ہوں پھر ان میں پھونکوں گا تاکہ وہ اللہ کے حکم سے پرندہ ہو جائیں۔ یہ بات حضرت عیسیٰ نے سوال کے جواب میں کہی تھی مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پھونکنے کے بعد در حقیقت وہ پرندوں کی صورتیں جو مٹی سے بناتے تھے جاندار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو جاتی تھیں اور اڑنے بھی لگتی تھیں۔" ۳۱

حضرت عیسیٰؑ کے معجزہ کی اس مضحکہ خیز تاویل کی مثال شاید ہی تفسیر کی ۱۴اسو سالہ تاریخ میں کہیں اور مل سکے۔ مگر سر سید کو ایسے ہر واقعہ کی توجیہ کرنی تھی جو خلاف عادت انبیاء کے واقعات میں مذکور ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک کوئی معجزہ خلاف قانون فطرت ہو نہیں سکتا۔ مگر سر سید کے ذہن میں یہ بات نہ آسکی کہ جو مروجہ اور معروف مشاہدہ کے خلاف ہوتا ہے وہ بھی قانون فطرت کا پابند ہوتا ہے وہ قانون شرعی نہ ہو تو تکوینی ہوتا ہے۔

معراج یا خواب :

نبی ﷺ کو جسمانی معراج ہوئی تھی یا روحانی؟ سر سید کا خیال ہے کہ :

اس بات میں کہ معراج جاگتے بجسدہ ہوئی تھی یا سوتے میں بطور خواب علماء متقدمین کے تین مذہب ہیں۔ مگر شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک چوتھا مذہب اختیار کیا ہے کہ جاگتے میں اور بجسدہ ہوئی تھی مگر "بجسد برزخی بین المثال والشہادہ" چوتھے مذہب کو ہم چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ یہ تو انہی کی رائے یا مکاشفہ ہے جس کا پتہ نہ کسی روایت میں ہے اور نہ اقوال علماء میں سے کسی قول میں بلکہ حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کو بھی معراج بالجسد ہونے پر یقین نہیں ہے۔ صاف صاف نہیں کہتے اور بجسد برزخی معراج کا ہونا بیان کرتے ہیں جس کا صریح مطلب یہ ہے کہ جسد اصلی موجودہ کے ساتھ معراج نہیں ہوئی اور اس لئے ان کا مذہب بھی انہی لوگوں کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ بجسدہ معراج نہیں ہوتی۔" ۳۲

سر سید نے معراج جسمانی کو ممتنعات عقلی میں شمار کیا ہے اور اسے درست سمجھنے والوں کو جاہل نا سمجھ اور مرفوع القلم (پاگل) قرار دیا ہے لکھتے ہیں۔

"معراج کے متعلق جس قدر حدیثیں ہیں ان میں آنحضرت ﷺ کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بجسدہ جبرئیل کا ہاتھ پکڑ کر خواہ براق پر سوار ہو کر یا پرند جانور کے گھونسلہ میں بیٹھ کر جو درخت میں لٹکا ہوا تھا بیت المقدس تک جانا اور وہاں سے بجسدہ آسمانوں پر تشریف لے جانا یا بذریعہ ایک سیڑھی کے جو آسمان تک لگی ہوئی تھی چڑھ جانا خلاف قانون فطرت ہے اور اس لئے ممتنعات عقلی میں داخل ہے۔ اگر ہم ان کے راویوں کو ثقہ اور معتبر تصور کریں تو بھی یہ قرار پائے گا کہ ان کو اصل مطلب کے سمجھنے اور بیان کرنے میں غلطی ہوئی مگر اس واقعہ کی صحت تسلیم نہیں ہو سکے گی۔ اس لیے کہ ایسا ہونا ممتنعات عقلی میں سے ہے اور یہ کہہ دینا کہ خدا کو سب قدرت ہے اس نے ایسا ہی کر دیا ہو گا جہلا اور ناسمجھ بلکہ مرفوع القلم لوگوں کا کام ہے نہ کہ ان کا جو دل سے اسلام پر یقین کرتے ہیں اور دوسروں کو اس پر یقین دلانا اور اعلائے کلمۃ اللہ چاہتے ہیں۔"۴۳

سرسید نے معراج کو خواب سے تعبیر کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ: وہ ایک واقعہ ہے جو سوتے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تھا۔ اور دلالۃ النص سے بھی یہی پایا جاتا ہے۔"۴۴

شاہ ولی اللہ جسمانی معراج کے قائل ہیں اسی کے ساتھ وہ بین المثال والشہادہ کی حالت بھی بیان کرتے ہیں جس سے ایک طرح کا اشتباہ ہو سکتا ہے وہ لکھتے ہیں:

واسری به الی المسجدالاقصیٰ ثم الی سدرة المنتهی والی ماشاء الله كل ذالك بجسده ﷺ فی الیقظة ولكن ذلك فی موطن هو برزخ بین المثال والشهادة "۴۵

سرسید نے شاہ ولی اللہ کے اس اقتباس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ شاہ ولی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ جسمانی معراج کے قائل ہی نہ تھے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

شاہ ولی اللہ کو معراج کے جسمانی ہونے پر یقین نہ تھا۔ لیکن وہ اس بات کو وضاحت کے ساتھ بیان نہیں کر سکے بلکہ مختصراً کہا ہے کہ برزخی جسم کے ساتھ (یعنی روحانی) ہوا تھا۔"۳۶ مگر سر سید نے یہاں شاہ صاحب کا مفہوم سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ یا دیدہ و دانستہ شاہ صاحب کو معراج جسمانی کے منکرین کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ کیونکہ شاہ صاحب کے الفاظ "وکل ذلك بجسده ﷺ في اليقظة (یعنی یہ سارا سفر حالت بیداری میں نبی ﷺ کے جسم کے ساتھ ہوا تھا) صاف بتا رہے ہیں کہ شاہ صاحب کو معراج جسمانی پر کوئی شبہ نہیں تھا۔ البتہ انہوں نے مقام برزخ بین المثال والشہادہ سے تعبیر کیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ سر سید نے قرآن کے مفاہیم کو سمجھنے اور معجزات کی تشریح کرنے میں شاہ ولی اللہ کی کتابوں سے استفادہ تو بھرپور کیا ہے، مگر شاہ ولی اللہ کے اقوال کی اپنی پسند کے مطابق توضیح اور تاویل کی ہے، شاہ ولی اللہ نے اپنے بیانات کو خوبی سے نبھایا ہے۔ مگر سر سید اپنے اقوال اور توجیہات قرآن و سنت اور جمہور مفسرین کے اقوال سے ہم آہنگ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور شاید اسکی وجہ سر سید کا وہ مخصوص فکری رخ تھا جس کے تحت وہ ہر دینی کلیہ کو عقل کی میزان پر تولنے پر مصر تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواشی ومراجع

۱۔ عبدالحلیم شرر، سرسید کی دینی برکتیں، مطبوعہ کریمی پریس، لاہور، ص ۱۳

۲۔ مقالات سرسید، لاہور، ۱۹۸۳ء جلد ۱، ص ۱۴

۳۔ ایضاً ص ۲۴۶ء

۴۔ شاہ ولی اللہ، تفہیمات الٰہیہ مجلس علمی، ڈابھیل، ۱۹۳۶ء، جلد اول، ص ۱۵۸

۵۔ مکاتبات الخلان فی اصول التفسیر وعلوم القرآن، (مرتبہ عثمان مقبول) مطبع احمدی، علی گڑھ، ص ۲۵

۶۔ سرسید احمد خاں، تفسیر القرآن، سورۃ البقرہ، ص:۱۵

۷۔ مکاتبات الخلان، ص:۲۱۳

۸۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، الفوز الکبیر، مطبع محمدی، دہلی (بدون تاریخ)، ص ۳۸

۹۔ عبید اللہ سندھی، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، لاہور، ۱۹۴۴ء ص :۵۷

۱۰۔ مکاتبات الخلان، ص:۴۱، مقالات سرسید، جلد ۱ ص ۱۰۳

۱۱۔ تفسیر القرآن، سورۂ بقرہ ص:۱۶۵

۱۲۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، بولاق، مصر ۱۲۹۴ھ، جلد اول، ص ۱۲۲

۱۳۔ مکاتبات الخلان، ص:۳۵

۱۴۔ تفہیمات الٰہیہ، جلد ۱ ص ۱۵

۱۵۔ مکاتبات الخلان، ص:۳۷

۱۶۔ شبلی نعمانی، الکلام، تنبیہ از سید سلیمان ندوی، اعظم گڑھ، ۱۹۴۱ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۷۔ تفسیر القرآن، سور، الانعام، ص:۸۔۷
۱۸۔ ایضاً ص:۲۲
۱۹۔ مکاتبات الخلان، ص :۲۴
۲۰۔ ایضاً، ص:۴۹
۲۱۔ شبلی نعمانی الکلام، نامی پریس، کان پور جلد دوم، ص ۱۴۶
۲۲۔ ایضا، ص:۵۰
۲۳۔ ایضا، ص :۶۱
۲۴۔ الفوز الکبیر، ص۹۸۔۹۷
۲۵۔ شاہ ولی اللہ، تاویل الاحادیث، مطبع احمدی ، دہلی، ص ۳۰
۲۶۔ مکاتبات الخلان، ص:۵۰
۲۷۔ ایضا، ص:۳۳
۲۸۔ تاویل الاحادیث، ص:۳۷
۲۹۔ تفسیر القرآن، البقرہ، ص:۸۵
۳۰۔ تاویل الاحادیث، ص :۵۹
۳۱۔ تفسیر القرآن۔ جلد ۱ ص:۱۵۱۔۱۵۰
۳۲۔ ایضا، ص :۵۷، جلد ۶
۳۳۔ ایضا، ص:۱۳۱
۳۴۔ ایضاً
۳۵۔ حجۃ اللہ البالغہ، جلد ۲، ص ۱۹۰
۳۶۔ تفسیر القرآن، ص :۶۶، جلد ۶

© rasailojaraid.com